مغربی تفکرات کے مسلم معاشروں پر اثرات اسلامی تعلیمات کے تناظر میں تجزیاتی مطالعہ *The Impacts of Western Thoughts on Muslim Societies: An Analytical Study in the Context of Islamic Teachings. Pakistan Journal of Islamic Research, 27(2), 1-24.*

مغربی تفکرات کے مسلم معاشروں پر اثرات اسلامی تعلیمات کے تناظر میں تجزیاتی مطالعہ

The Impacts of Western Thoughts on Muslim Societies: An Analytical Study in the Context of Islamic Teachings

فرحت بی بی *

مظہر حسین بھدرو **

محمد اکرم ہریری ***

Abstract

Islam is a complete code of life that guides all aspects of human existence. It defines true progress not only in material terms but also through moral and spiritual development. This research paper presents an analytical study of the impacts of Western thoughts on the Muslim societies in the light of Islamic teachings. It highlights how the Scientific Revolution in 17th-century, Europe introduced philosophical trends that prioritized empirical observation and rationalism while marginalizing revelation, spirituality, and moral values. These intellectual developments led to materialism, secularism, atheism, and evolutionary thoughts, which significantly influenced Western civilization and later extended their effects to Muslim societies, especially during the colonial period. The study examines how these thoughts created a spiritual and moral crisis by separating religion from social, political, and educational life. As a result, concepts such as individualism, relativistic morality, materialism, and family disintegration emerged the traditional Islamic worldview. The paper argues that Islam encourages knowledge, research, and scientific inquiry. It maintains a balanced integration of material and spiritual dimensions. It concludes that the revival of Muslim societies depends on aligning modern knowledge with Islamic ethical and spiritual principles.

Keywords: Western Thoughts, Scientific Revolution, Rationalism, Muslim Societies, Islamic Teachings.

اسلام ایک مکمل ضابطۂ حیات ہے جو انسانی زندگی کے ہر پہلو کو اللہ تعالیٰ کی ہدایت سے مربوط کرتا ہے۔ جب کسی معاشرے میں ترقی کا تصور صرف مادی یا سائنسی حدود تک محدود ہو جائے اور روحانی و اخلاقی پہلو نظر انداز ہو جائیں تو ایسی ترقی بظاہر تو درخشاں دکھائی دیتی ہے مگر باطن میں کھوکھلی ہوتی ہے۔ عصرِ حاضر میں مغربی تفکرات نے مسلم معاشروں پر گہرے اثرات مرتب کیے ہیں جن کے نتیجے میں فکری، اخلاقی اور روحانی بحران شدت اختیار کر چکا ہے۔ اس تناظر میں اسلامی تعلیمات کی روشنی میں ان اثرات کا جائزہ لینا نہایت ضروری ہے۔

* پی ایچ ڈی سکالر، اسلامیات، خواجہ فرید یونیورسٹی آف انجینئرنگ اینڈ انفارمیشن ٹیکنالوجی، رحیم یار خان۔

** لیکچرر، اسلامیات، خواجہ فرید یونیورسٹی آف انجینئرنگ اینڈ انفارمیشن ٹیکنالوجی، رحیم یار خان۔

*** سبجیکٹ اسپیشلسٹ، ڈائریکٹوریٹ آف ایجوکیشن، پنجاب ورکرز ویلفیئر فنڈ۔

سترہویں صدی کا سائنسی انقلاب یورپ میں ایک عظیم فکری تبدیلی کا نقطۂ آغاز ثابت ہوا۔ اس انقلاب نے ایسے فلسفیانہ اور علمی رجحانات کو جنم دیا جو مذہب اور روحانیت سے براہِ راست متصادم تھے۔ سائنس کے فروغ کے ساتھ محسوسات اور تجربے کو حقیقت کا واحد معیار قرار دیا گیا جبکہ وحی، مذہبی اصول اور اخلاقی قوانین کو ثانوی یا غیر ضروری سمجھا جانے لگا۔ اس عمل نے انسانی عقل اور تجربے کو مطلق حیثیت دے کر مذہب اور روحانی مداخلت کو زندگی سے خارج کرنے کی راہ ہموار کی۔

"جدید نظریات ،قدیم مذاہب کی جگہ لینے کے لیے انتھک کوشاں ہونے کے باوجود، بنیادی انسانی ضروریات کی تکمیل سے عاجز نظر آتے ہیں۔"[1]

یہ رجحان مغربی معاشروں میں اخلاقی اور روحانی اقدار کی کمزوری کا سبب بنا اور اس کے نتیجے میں مادہ پرستی اور الحاد کو فروغ ملا۔ یوں ایک ایسا فکری نظام وجود میں آیا جو نہ صرف مذہب سے متصادم تھا بلکہ انسانی زندگی کے روحانی اور اخلاقی پہلوؤں کو بھی نظر انداز کرتا تھا۔ یہ نظریات فکری اور عملی دونوں سطحوں پر اسلامی تعلیمات سے متضاد ہیں کیونکہ اسلام میں علم، اخلاق اور روحانیت ایک دوسرے سے جدا نہیں بلکہ باہم مربوط ہیں۔ مختلف مذاہب کے حوالے سے سید ابو الاعلیٰ مودودیؒ لکھتے ہیں:

"یہ دنیاوی زندگی کے متعلق مختلف مذاہب فکر ورائے کے مختلف تصورات ہیں اور ان میں سے اکثر ایسے ہیں جن پر مختلف تہذیبوں کی عمارتیں تعمیر ہوئی ہیں۔"[2]

اسلام علم و تحقیق کو دین کے ساتھ ہم آہنگ سمجھتا ہے اور انسانی زندگی کے ہر شعبے میں اخلاقی و روحانی اصولوں کو بنیادی حیثیت دیتا ہے۔ قرآن و سنت میں بار بار علم حاصل کرنے غور و فکر کرنے اور کائنات میں تدبر کی دعوت دی گئی ہے لیکن یہ علم خدا کی معرفت اور اخلاقی تربیت سے منسلک ہوتا ہے۔ اس کے برعکس جدید سائنسی فکری

[1] علی شریعتی، ڈاکٹر، انسان، اسلام اور مغربی مکاتبِ فکر، (کراچی: ادارہ احیائے تراث اسلامی، ۱۹۹۴ء)، ۱۲

[2] مودودی، ابو الاعلیٰ، سید، اسلامی تہذیب اور اس کے اصول ومبادی، (لاہور: اسلامک پبلیکیشنز پرائیویٹ لمیٹڈ، ۱۹۶۲ء)، ۴۲

رجحانات نے علم کو محض مادی اور تجرباتی حدود تک محدود کر دیا۔ جس سے فکری توازن متاثر ہوا۔ ان جدید رجحانات کے اثرات مسلم دنیا میں خاص طور پر نو آبادیاتی دور میں نمایاں ہوئے جب مغربی تعلیمی نظام اور نصاب کو مسلم معاشروں میں رائج کیا گیا۔ اس کے نتیجے میں نوجوان نسل میں سیکولر اور مادّی تصورات کو فروغ ملا، جبکہ مذہبی شعور بتدریج کمزور ہوتا گیا۔ اخلاقی اور روحانی اقدار پس منظر میں چلی گئیں اور اسلامی معاشرت ایک فکری خلا کا شکار ہو گئی۔

"مغربی ثقافت کی تاریخ دو متضاد فکری دھاروں کا تواتر ہے جن کے سوتے ایک ہی ہیں۔ چاہے مذہب کی بات ہو یا سائنس کی۔"[3]

یہ امر قابلِ غور ہے کہ سائنس بذاتِ خود علم کا ایک اہم ذریعہ ہے اور اسلام نے ہمیشہ علم کے حصول کی حوصلہ افزائی کی ہے۔ تاہم مغرب میں سائنسی ترقی کلیسا کے خلاف ردِ عمل کے طور پر سامنے آئی، جس کے نتیجے میں ایسے نظریات نے جنم لیا جنہوں نے مذہب کو حاشیے پر دھکیل دیا اور عقلی و مادی فکر کو مطلق درجہ عطا کیا۔ یہی نظریات بعد ازاں مسلم دنیا میں منتقل ہوئے اور انہوں نے مسلم فکر اور علمی روایت کو متاثر کیا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا۔

"اور تم سب مل کر اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑ لو اور تفرقہ نہ ڈالو۔"[4]

انسانی تاریخ اس حقیقت کی شاہد ہے کہ ہر دور میں مختلف فکری و فلسفیانہ رجحانات نے جنم لیا اور انہوں نے معاشروں کی تشکیل، اقدار اور طرزِ زندگی پر اثر ڈالا۔ تاہم بیسویں اور اکیسویں صدی میں ابھرنے والے مغربی نظریات جنھیں "جدید فکری و علمی مذاہب" کہا جا سکتا ہے انھوں نے مسلم معاشروں میں فکری انتشار کو جنم دیا۔ ان نظریات میں سیکیولر ازم، لبرل ازم، ہیومن ازم، فیمنزم، مادہ پرستی، الحاد اور دیگر رجحانات شامل ہیں جو انسان کو مرکزِ کائنات قرار دیتے ہوئے وحی اور الہامی تعلیمات کو پسِ پشت ڈال دیتے ہیں۔ مذاہب کی بنیاد کے حوالے سے عماد الحسن فاروقی لکھتے ہیں:

---

[3] علی شریعتی، ڈاکٹر، انسان، اسلام اور مغربی مکاتبِ فکر، ۲۰

[4] آل عمران:۱۰۳

"مذاہب کی بنیاد، خواہ وہ کسی ایک تاریخی شخصیت کو اپنا نقطۂ آغاز مانتے ہوں یا محض کسی قوم کے اجتماعی ارتقا کا ایک جزہوں، کسی ایک یا مختلف شخصیتوں کے روحانی تجربہ پر ہے اور اسی سے وہ اپنا استناد حاصل کرتے ہیں۔"[5]

مذہبِ اسلام کے متصادم متعدد فکری نظریات سامنے آئے جنہوں نے مختلف مفاہیم اور تصورات کو لوگوں کے سامنے پیش کیا۔ ان نظریات نے انسانی زندگی، کائنات اور حقیقت کے بارے میں ایسے افکار متعارف کروائے جو اسلامی تعلیمات کے بنیادی اصولوں سے مختلف تھے۔ ان فکری رجحانات کا مقصد براہِ راست لوگوں کو اسلامی عقائد اور دینی رہنمائی سے دور کرنا نہیں تھا، تاہم ان کے اثرات کے نتیجے میں فکری انتشار پیدا ہوا۔ اس کے باعث بعض طبقات میں دین سے دوری اور مغربی نظریات کی طرف رجحان بڑھنے لگا، جس نے فکری اور نظریاتی کشمکش کو جنم دیا۔

اسلام سے متصادم جدید تفکرات و نظریات:

سائنسی انقلاب کے بعد مغربی دنیا میں متعدد ایسے فکری نظریات نے جنم لیا جنہوں نے مذہب، وحی اور روحانیت کو براہِ راست چیلنج کیا۔ ان نظریات نے انسانی عقل، تجربہ اور مادی حقیقت کو علم کا بنیادی معیار قرار دیا جس کے نتیجے میں الہامی ہدایت اور روحانی اقدار کی اہمیت کمزور ہوتی گئی۔ اس فکری تبدیلی نے علم کے دائرے سے مذہبی اور مابعد الطبیعی پہلوؤں کو بتدریج خارج کرنا شروع کر دیا۔ علم کو زیادہ تر قابلِ مشاہدہ اور قابلِ تجربہ حقائق تک محدود کر دیا گیا، جبکہ غیر مادی اور روحانی تصورات کو غیر سائنسی یا غیر ضروری سمجھا جانے لگا۔ نتیجتاً وحی کو رہنمائی کے بنیادی سرچشمے کے طور پر کم اہمیت دی جانے لگی اور انسانی عقل کو مطلق معیارِ حق قرار دینے کا رجحان پیدا ہوا۔ یہی فکری تبدیلی بعد ازاں سیکولر اور مادہ پرستانہ نظریات کی بنیاد بنی، جنہوں نے مغربی معاشروں کی فکری ساخت کو گہرے طور پر متاثر کیا۔ چند نمایاں فکری رجحانات درج ذیل ہیں:

1۔ عقل پرستی: (Rationalism)

سائنسی انقلاب کے نتیجے میں مغربی فکر میں عقل کو علم اور فہم کا واحد اور حتمی معیار قرار دے دیا گیا۔ اس رجحان کے تحت انسانی عقل و استدلال کو ہر فکری، سائنسی اور عملی فیصلے کی بنیاد بنایا جانے لگا جب کہ وحی، غیب اور

---

[5] فاروقی، آزاد، عماد الحسن، دنیا کے بڑے مذہب، (دہلی: مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، جامعہ نگر نئی دہلی، ۸ دسمبر ۱۹۸۶ء)، ۸۔

روحانی حقائق کو غیر ضروری بلکہ بعض اوقات فرسودہ اور غیر معتبر تصور کیا جانے لگا۔ اس فکری تبدیلی نے علم کے مفہوم کو محدود کر کے اسے صرف تجربے اور مشاہدے تک سمیٹ دیا۔

اس طرزِ فکر نے مذہبی تعلیمات کی افادیت اور سماجی اہمیت کو کمزور کیا اور انسان کو محض عقلی اور تجرباتی بنیادوں پر حقیقت کو سمجھنے کی طرف مائل کر دیا۔ نتیجتاً علم کا دائرہ صرف محسوس اور قابلِ مشاہدہ حقائق تک محدود ہو گیا جب کہ روحانی، اخلاقی اور مابعد الطبیعی پہلو پس منظر میں چلے گئے۔ اس سے انسانی فکر میں ایک ایسا خلا پیدا ہوا جس نے بعد ازاں مختلف فکری بحرانوں اور نظریاتی کشمکش کو جنم دیا۔ مولانا مودودیؒ اس حوالے سے لکھتے ہیں:

"مغرب نے عقل کو اس درجہ بلند کر دیا کہ وحی کی روشنی میں دیکھنے کے بجائے وہ اندھیروں میں ٹٹولنے لگی۔"[6]

یہ تصور اسلامی نقطۂ نظر سے متصادم ہے کیونکہ اسلام میں عقل کو یقینی طور پر اہمیت حاصل ہے مگر اسے وحی کی رہنمائی کا محتاج قرار دیا گیا ہے۔ اسلامی تعلیمات کے مطابق عقل انسانی فہم و ادراک کا ذریعہ ضرور ہے لیکن یہ بذاتِ خود مکمل اور مطلق معیارِ حق نہیں ہو سکتی، کیونکہ اس کی حدود ہیں اور یہ خطا کا امکان بھی رکھتی ہے۔ اسلام عقل اور وحی کے درمیان ایک متوازن ربط قائم کرتا ہے اور دونوں کو ایک دوسرے کی تکمیل سمجھتا ہے۔ وحی عقل کی رہنمائی کرتی ہے اور اسے درست سمت فراہم کرتی ہے، جبکہ عقل وحی کے پیغام کو سمجھنے اور اس پر عمل کرنے میں مدد دیتی ہے۔ اس طرح اسلامی نظامِ فکر میں علم، ہدایت اور فہم ایک ہم آہنگ اور متوازن صورت اختیار کرتے ہیں۔

2۔مادہ پرستی: (Materialism)

مادہ پرستی ایک ایسا فکری نظریہ ہے جس کے مطابق کائنات کو محض مادی عناصر اور طبیعی قوانین کا مجموعہ سمجھا جاتا ہے جب کہ روحانی، اخلاقی اور ماورائی حقائق کو نظر انداز یا مکمل طور پر مسترد کر دیا جاتا ہے۔ اس تصور میں حقیقت کا دائرہ صرف وہی سمجھا جاتا ہے جو محسوس، مشاہدہ اور تجربہ کے ذریعے ثابت ہو سکے۔ اس فکری رجحان نے انسان کی زندگی کے مقصد کو محدود کر دیا ہے جس میں دنیاوی کامیابی، مادی ترقی اور جسمانی آسائشوں کو مرکزی حیثیت حاصل ہو گئی ہے۔ انسان کی توجہ اخلاقی اور روحانی اقدار سے ہٹ کر صرف ظاہری اور مادی فوائد تک محدود ہو گئی ہے۔

---

[6] مودودی، اسلامی تہذیب اور اس کے اصول و مبادی، ۵۱

اس کے باعث انسانی شخصیت میں ایک خلا پیدا ہوا ہے، کیونکہ محض مادی ضروریات کی تکمیل انسان کی داخلی تسکین اور روحانی اطمینان فراہم نہیں کر سکتی۔ یہی وجہ ہے کہ مادہ پرستانہ معاشروں میں ترقی کے باوجود بے سکونی اور اضطراب میں اضافہ دیکھا جاتا ہے۔ ابوالحسن علی ندوی کے مطابق:

"سائنس نے ہر اس شے کو رد کر دیا جو حواس سے ماورا تھی۔ یہی رویہ الحاد کی بنیاد بنا۔"[7]

یہ نظریہ اسلامی تعلیمات سے متصادم ہے کیونکہ اسلام زندگی کو صرف مادی یا دنیوی پہلو تک محدود نہیں کرتا بلکہ اسے مادی اور روحانی دونوں پہلوؤں کے ساتھ متوازن طور پر دیکھتا ہے۔ اسلامی نقطۂ نظر میں انسان کی حقیقی کامیابی صرف دنیاوی ترقی نہیں بلکہ اخلاقی پاکیزگی اور روحانی ارتقاء بھی ہے۔ اسلام روحانیت کو انسانی فلاح و بہبود کے لیے ناگزیر قرار دیتا ہے کیونکہ یہی انسان کو اس کے خالق سے جوڑتی ہے اور اس کی زندگی میں مقصدیت پیدا کرتی ہے۔ اگر روحانی پہلو کو نظر انداز کر دیا جائے تو انسانی ترقی ادھوری رہ جاتی ہے اور حقیقی سکون حاصل نہیں ہو پاتا۔

3۔ارتقائیت: (Darwinism)

چارلس ڈارون کے نظریۂ ارتقا نے حیاتیات میں ایک نیا زاویۂ نظر پیش کیا، جس کے مطابق جاندار فطری انتخاب (natural selection) اور تدریجی تبدیلی کے عمل کے ذریعے وقت کے ساتھ ارتقا پذیر ہوتے ہیں۔ اس نظریے نے زندگی کی مختلف شکلوں کے ظہور کو ایک قدرتی اور سائنسی عمل کے طور پر سمجھانے کی کوشش کی۔ اس فکری نظریے نے تخلیقِ آدم اور خدا کی خالقیت کے تصور پر سوالات اٹھائے اور بعض علمی و فکری حلقوں میں تخلیقِ مستقیم (direct creation) کے تصور کو مشکوک بنا دیا۔ یہ بحث پیدا ہوئی کہ آیا انسان اور دیگر جاندار محض ارتقائی عمل کا نتیجہ ہیں یا ان کی تخلیق کسی الٰہی ارادے کے تحت ہوئی ہے۔ اس نظریے نے مذہبی اور سائنسی حلقوں کے درمیان فکری اختلاف کو مزید گہرا کیا۔ جہاں ایک طرف اسے سائنسی توضیح کے طور پر قبول کیا گیا، وہیں دوسری طرف اسے مذہبی عقائد سے متصادم تصور کرتے ہوئے تنقید کا نشانہ بھی بنایا گیا۔ ڈاکٹر محمد حمید اللہؒ لکھتے ہیں:

---

[7] ندوی، ابوالحسن علی، اسلام اور مغرب، (لکھنؤ: مجلس تحقیقات و نشریات اسلام، ۱۹۸۳ء)، ۳۴

"ارتقائی نظریہ نے انسان کو محض حیوانی ارتقا کا نتیجہ قرار دے کر اس کے روحانی شرف کو ختم کر دیا۔"[8]

اسلامی نقطۂ نظر سے یہ نظریہ محدود تصور کیا جاتا ہے کیونکہ اسلام انسان کی تخلیق کو محض حیاتیاتی یا طبعی عمل کا نتیجہ نہیں بلکہ خدا کی براہِ راست قدرت اور ارادے سے منسوب کرتا ہے۔ اسلامی تعلیمات کے مطابق انسان ایک خاص مقصد کے تحت پیدا کیا گیا ہے اور اس کی تخلیق کو محض مادی عوامل سے مکمل طور پر نہیں سمجھا جا سکتا۔ مزید بر آں اسلام انسان کو ایک باوقار اور باشعور مخلوق قرار دیتا ہے جسے عقل، ارادہ اور روح عطا کی گئی ہے۔ اس لیے اسے صرف ارتقائی عمل کی ایک کڑی کے طور پر دیکھنا اس کے اصل مقام اور روحانی حیثیت کو محدود کر دیتا ہے۔ اسلامی فکر میں انسان کی تخلیق ایک جامع اور بامقصد عمل ہے جو مادی اور روحانی دونوں پہلوؤں پر مشتمل ہے۔

4۔ سیکولرازم: (Secularism)

سیکولرازم ایک ایسا فکری نظریہ ہے جس کی بنیاد اس تصور پر ہے کہ مذہب کو صرف فرد کی ذاتی اور نجی زندگی تک محدود رکھا جائے۔ اس کے مطابق دین کا تعلق انسان کے ذاتی عقائد اور عبادات تک ہے جب کہ اجتماعی نظامِ حیات میں اس کی کوئی عملی حیثیت نہیں ہونی چاہیے۔ اس نظریے کے تحت ریاست، سیاست اور معیشت کو مذہب سے الگ کر دیا جاتا ہے تاکہ اجتماعی معاملات کو خالصتاً انسانی عقل اور تجربے کی بنیاد پر چلایا جا سکے۔ یوں دین کو معاشرتی اور حکومتی سطح سے بتدریج خارج کر دیا جاتا ہے۔ حافظ محمد شارق سیکولر نظریے کے حامل افراد کے بارے میں لکھتے ہیں:

"اہل مذاہب کے ہاں ایسے بھی افراد ملتے ہیں جو اپنے مذاہب عقائد و نظریات سے پوری طرح مطمئن نہیں ہوتے اور طرزِ فکر کے اعتبار سے ملحدین کی طرح سیکولرزم پر یقین رکھتے ہیں۔"[9]

سائنسی اور فکری ترقی کے نتیجے میں مغرب میں یہ تصور مضبوط ہوا جہاں مذہب کو ترقی کی راہ میں رکاوٹ سمجھا جانے لگا۔ اس کے ردِ عمل میں ایسا نظام تشکیل پایا جس نے مذہب کو اجتماعی زندگی سے الگ کر کے اسے صرف نجی دائرے تک محدود کر دیا۔ اس فکری تبدیلی کے نتیجے میں مغربی معاشروں میں مذہب کی سماجی اور سیاسی اہمیت

---

[8] محمد حمید اللہ، ڈاکٹر، خطباتِ بہاولپور، (لاہور: ادارہ ثقافت اسلامیہ، ۱۹۶۱ء)، ۲۲۹

[9] محمد شارق، حافظ، ماڈیول، WR01: اسلام اور مذاہب عالم، www.islamic_studeis.info، ۱۲۷

کمزور ہوتی گئی۔ ریاستی پالیسیوں، تعلیمی نظام اور سماجی قوانین میں مذہبی اصولوں کی جگہ انسانی عقل اور مادی مفادات کو ترجیح دی جانے لگی۔ یوں سیکولرازم نے ایک ایسے معاشرتی نظام کو جنم دیا جس میں مذہب کی اجتماعی رہنمائی محدود ہو کر رہ گئی اور انسانی زندگی کے بڑے فیصلے روحانی اور اخلاقی بنیادوں کے بجائے مادی اور دنیاوی مفادات کے تحت ہونے لگے۔ شبلی نعمانیؒ اس پر تنقید کرتے ہوئے کہتے ہیں:

"اسلام کا مزاج یہ نہیں کہ دین کو عبادت خانوں تک محدود کر دے، بلکہ وہ اجتماعی زندگی کے ہر گوشے کو اپنے احکام سے منور کرتا ہے۔"[10]

یہ نظریہ اسلام سے متصادم ہے کیونکہ اسلام ایک ہمہ گیر اور مکمل نظامِ حیات پیش کرتا ہے جو انسان کی انفرادی اور اجتماعی زندگی دونوں کی رہنمائی کرتا ہے۔ اسلام میں دین کو صرف ذاتی عبادات تک محدود نہیں رکھا گیا بلکہ اسے معاشرت، سیاست، معیشت اور دیگر تمام شعبہ ہائے زندگی میں بنیادی حیثیت حاصل ہے۔ اسلامی تعلیمات کے مطابق ریاستی اور سماجی نظام کو بھی الٰہی اصولوں کے تابع ہونا چاہیے تاکہ عدل، انصاف اور فلاح کا قیام ممکن ہو سکے۔ اس لیے مذہب کو اجتماعی زندگی سے الگ کرنا اسلامی تصورِ دین کے خلاف ہے، کیونکہ اسلام فرد اور معاشرہ دونوں میں توازن اور ہم آہنگی قائم کرنے کا ضامن ہے۔

5۔لامذہبیت اور دہریت: (Atheism)

الحاد اور دہریت (Atheism) ایک ایسا فکری نظریہ ہے جو سائنسی ترقی اور مادّی فکر کے فروغ کے نتیجے میں بعض حلقوں میں پروان چڑھا۔ اس نظریے کے مطابق کائنات اور زندگی کی حقیقت کو مکمل طور پر طبیعی قوانین اور مادی اصولوں کے ذریعے سمجھا جا سکتا ہے۔ اس فکر کے حامل افراد کے نزدیک کسی مافوق الفطرت ہستی یا خالقِ کائنات کی ضرورت نہیں رہتی کیونکہ ان کے خیال میں تمام مظاہر قدرتی اسباب اور سائنسی وضاحتوں کے ذریعے بیان کیے جا سکتے ہیں۔ یوں خدا کے تصور کو غیر ضروری یا غیر ثابت شدہ سمجھا جانے لگا۔ اس

[10] نعمانی، مولانا شبلی، علم الکلام، (اعظم گڑھ: دارالمصنفین، ۱۹۱۰ء)، ۲۴

نظریے نے انسانی فکر میں ایک بنیادی تبدیلی پیدا کی، جس کے نتیجے میں مذہبی عقائد اور روحانی تصورات کو سائنسی تشریحات کے مقابلے میں کم اہم سمجھا جانے لگا۔ اس سے کائنات کے مقصد اور انسان کے وجود کے بارے میں مختلف سوالات نے جنم لیا۔

مزید برآں اس فکری رجحان نے بعض معاشروں میں مذہب سے دوری اور روحانی اقدار کی کمزوری کو فروغ دیا جس کے اثرات فرد اور معاشرت دونوں پر مرتب ہوئے۔ اس کے نتیجے میں اخلاقی اور روحانی بنیادیں بھی متاثر ہونے لگیں۔ یوں دہریت ایک ایسے فکری زاویے کے طور پر سامنے آئی جس نے کائنات کی تشریح کو صرف مادی حدود تک محدود کر دیا اور الٰہی ہدایت کے تصور کو ثانوی یا غیر ضروری سمجھا۔ علامہ اقبال اس رجحان پر تنقید کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''سائنس نے خدا کو کائنات سے بے دخل کر دیا، حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ کائنات کا ہر ذرہ اس کی موجودگی کی گواہی دیتا ہے۔''[11]

یہ تصور اسلامی عقیدۂ توحید کے منافی ہے، کیونکہ اسلام میں خدا کا وجود اور اس کی حاکمیت کائنات اور انسانی زندگی کے ہر پہلو میں بنیادی حیثیت رکھتی ہے۔ اسلامی تعلیمات کے مطابق اللہ تعالیٰ ہی خالق، مالک اور مدبرِ کائنات ہے اور اس کے بغیر کسی بھی نظامِ حیات کو مکمل طور پر سمجھنا ممکن نہیں۔ اسلام میں توحید محض ایک عقیدہ نہیں بلکہ پورے نظامِ فکر و عمل کی بنیاد ہے جو انسان کی انفرادی اور اجتماعی زندگی کو منظم کرتی ہے۔ اس لیے کسی بھی ایسے نظریے کو جو خدا کے وجود یا اس کی ضرورت کو رد کرے اسلامی نقطۂ نظر سے ناقابلِ قبول سمجھا جاتا ہے۔ تفکرات نے جن شعبوں پر اثرات مرتب کیے میں سے چند درج ذیل ہیں:

اسلامی فکر و علم پر اثرات:

جدید سائنسی اور فکری رجحانات نے اسلامی فکر و علم پر گہرے اثرات مرتب کیے۔ نوآبادیاتی دور میں مغربی تعلیمی نصاب اور فلسفیانہ تصورات نے مسلم نوجوان کو مذہبی و اخلاقی شعور سے دور کر دیا جس سے اسلامی علوم اور روحانی اقدار کی اہمیت کمزور ہوئی۔ سائنسی مادّیت، عقل پرستی اور سیکولرازم نے دین کو صرف نجی زندگی تک محدود کر دیا جبکہ معاشرتی، سیاسی اور معاشی میدان سے اس کا دائرہ خارج کر دیا گیا۔

---

[11] محمد اقبال، علامہ، تشکیلِ جدید الٰہیاتِ اسلامیہ، (لاہور: شیخ غلام علی اینڈ سنز، ۱۹۳۰ء)، ۴۷

علم و دین کے درمیان توازن بگڑ گیا اور فکری خلا پیدا ہوا۔ مغربی سائنسی اور فلسفیانہ نظریات نے مسلمانوں میں مذہب کی سماجی اور عملی اہمیت کو کمزور کر دیا اور عقل و مادّیت کو مطلق معیار سمجھنے کی طرف راغب کیا۔ اس کے ساتھ ہی الحاد اور دہریت کے خیالات بھی پھیلنے لگے جس سے اسلامی تعلیمات کی بنیاد پر علم و فکر کی ترقی متاثر ہوئی۔ علم اور دین کو ہم آہنگ رکھا جائے تاکہ فکری و روحانی توازن قائم رہے اور نوجوان نسل صحیح رہنمائی حاصل کرے۔

1۔ نصابِ تعلیم پر اثرات:

استعماری دور میں مغربی فلسفہ و سائنس مسلم نصاب میں داخل کیا گیا اور دینی علوم کو ثانوی حیثیت دے دی گئی۔ استعماری دور میں مغربی فلسفہ، سائنسی علوم اور لبرل نظریات کو مسلم نصاب میں شامل کیا گیا جس سے روایتی دینی تعلیم کی اہمیت کم ہو گئی۔ نئے نصاب نے انسانی عقل، تجربہ اور مادّی ترقی کو علم کا مرکزی معیار قرار دیا جبکہ قرآن، حدیث اور اسلامی فقہ کو تعلیمی ترجیحات میں ثانوی مقام دیا گیا۔ ڈاکٹر محمود احمد غازیؒ کے مطابق:

"مسلمانوں کی نئی نسل نے سائنس کو دین سے الگ پڑھا اور یہی ان کے ذہنی و فکری انتشار کا سبب بنا۔"[12]

مغربی نصاب نے مسلمانوں میں دینی شعور اور روحانی تعلیم کی اہمیت کو پس پشت ڈال کر علمی عمل کو مادّی اور عقل پر مبنی بنا دیا۔ اس کے نتیجے میں نئی نسل دینی اور روحانی پہلوؤں سے کمزور ہوئی اور مغربی فکری اثرات کا زیادہ شکار بن گئی۔ نصاب کو ایسا ہونا چاہیے جو دین اور دنیاوی علوم کو ہم آہنگ کرتے ہوئے نوجوان کی فکری، اخلاقی اور روحانی تربیت کرے۔

2۔ دینی فکر میں دفاعی رویہ:

مسلم علماء نے مغربی سائنسی افکار کے مقابلے میں دفاعی موقف اپنایا اور وحی و عقل میں ہم آہنگی ثابت کرنے کی کوشش کی۔ مسلم علماء نے مغربی سائنسی اور فلسفیانہ افکار کے پھیلاؤ کے جواب میں دفاعی رویہ اختیار کیا اور اس بات پر زور دیا کہ وحی اور عقل میں تضاد نہیں بلکہ ہم آہنگی ممکن ہے۔

---

[12] غازی، محمود احمد، ڈاکٹر، محاضراتِ فقہ، لاہور: (ادارہ معارف اسلامی، ۲۰۰۳ء)، ۸۸

انھوں نے قرآن و سنت کی روشنی میں سائنسی مشاہدات کی وضاحت کی اور یہ دکھانے کی کوشش کی کہ اسلام نہ صرف روحانی رہنمائی فراہم کرتا ہے بلکہ عقل و تجربے کے مطابق بھی فکری ہم آہنگی رکھتا ہے ابو الاعلیٰ مودودی کہتے ہیں:

"اسلام سائنس کا مخالف نہیں، مگر سائنس کے نام پر مذہب بیزاری کی اجازت نہیں دیتا۔"[13]

مسلم مفکرین نے سائنسی اور فلسفیانہ ترقیات کا جائزہ لیتے ہوئے دکھایا کہ وحی اور عقل ایک دوسرے کے خلاف نہیں بلکہ ایک دوسرے کی تکمیل کرتے ہیں۔ اس دفاعی نقطۂ نظر نے مسلمانوں کو مغربی افکار کے زیر اثر آنے سے بچانے اور فکری توازن قائم رکھنے میں مدد دی۔

3۔ مسلم معاشروں میں فکری مرعوبیت:

مغربی سائنسی نظریات نے مسلم دنیا میں احساسِ کمتری پیدا کیا۔ مغربی سائنسی اور فلسفیانہ نظریات کے پھیلاؤ نے مسلم معاشروں میں فکری مرعوبیت پیدا کی اور احساسِ کمتری کو جنم دیا۔ نئی نسل مغربی ترقی، سائنس اور تہذیب کی برتری کو معیارِ کامیابی اور علمیت سمجھنے لگی جس سے اپنے مذہبی اور تہذیبی اقدار پر اعتماد کمزور ہوا۔ سید جمال الدین افغانیؒ نے اس پر روشنی ڈالتے ہوئے کہا:

"مسلمان جب تک سائنس کو اپنی تہذیب اور دین کے تابع نہیں کریں گے، وہ مغرب کے غلام رہیں گے۔"[14]

مسلمان نوجوان مغربی سائنسی اور فکری برتری کے تصور سے متاثر ہو کر اپنی دینی اور فکری شناخت میں الجھاؤ محسوس کرنے لگے۔ اس کے نتیجے میں علمی و روحانی خود اعتمادی میں کمی آئی اور اسلامی فکر کی عملی اور نظریاتی رہنمائی پر انحصار محدود ہو گیا۔

---

[13] مودودی، تنقیحات، (لاہور: ادارہ معارف اسلامی، ۱۹۶۳ء)، ۴۷

[14] افغانی، جمال الدین، سید، ردنیچریت، (لاہور: مکتبہ شعر وادب، ۱۹۸۰ء)، ۸۴

4۔ فلسفہ وکلام میں تبدیلیاں:

اسلامی فلسفے اور علمِ کلام میں ایسے نئے سوالات شامل ہوئے جنھیں پہلے کبھی اس انداز میں موضوع نہ بنایا گیا۔ اسلامی فلسفے اور علمِ کلام میں عصری چیلنجز کے پیشِ نظر نئے سوالات اور موضوعات شامل ہوئے جنھیں پہلے کبھی اس انداز میں زیرِ بحث نہیں لایا گیا۔ مغربی سائنس، مادّیت اور عقل پرستی نے فلسفیانہ اور کلامی بحث کے دائرے کو وسیع کیا جس سے مسلم مفکرین کو نئے نظریاتی سوالات کے جوابات تلاش کرنے پر مجبور کیا گیا۔ ڈاکٹر فضل الرحمن انصاریؒ کے مطابق:

"مغربی سائنس نے اسلامی کلام کو نئے زاویوں پر سوچنے پر مجبور کیا، لیکن اس کا سب سے بڑا خطرہ یہ تھا کہ ایمان کو محض فلسفیانہ دلیل تک محدود کر دیا گیا۔"[15]

اسلامی فلسفہ اور کلام نے مغربی علمی رجحانات کے اثر سے نئے موضوعات کو اپنا کر اپنے فکری معیار کو مضبوط بنانے کی کوشش کی۔ اس تبدیلی نے علمی مباحث میں جدت پیدا کی لیکن ساتھ ہی فکری چیلنجز اور اختلافات کی بنیاد بھی رکھی۔ اسلام کے نزدیک سائنس اور مذہب میں کوئی تضاد نہیں بشرطیکہ سائنس کو وحی کے تابع رکھا جائے۔ قرآن بار بار انسان کو کائنات کے مشاہدے کی دعوت دیتا ہے علم انسان کو خدا کی معرفت تک لے جائے نہ کہ اس سے دور کرے۔

اقبالؒ نے بجا فرمایا:

عقل ہم عشق است و از ذوقِ نظر بیگانہ نیست
لیکن ایں بیچارہ را آں جرأت رندانہ نیست
علم اگر کج فطرت و بد گوہر است، پیشِ چشمِ ما حجابِ اکبر است

[15] انصاری، فضل الرحمن، ڈاکٹر، اسلام اور مغربی تہذیب، مترجم: حبیب الرحمن، ڈاکٹر، (لاہور: اسلامک پبلی کیشنز، ۱۹۶۹ء)، ۱۰۹

"علم اگر عشق کے بغیر ہو تو فساد پیدا کرتا ہے، اور عشق اگر علم کے بغیر ہو تو اندھی عقیدت میں بدل جاتا ہے۔"[16]

جدید سائنسی انقلاب نے انسانی فکر کو نئی راہیں دکھائیں لیکن اس کے ساتھ ایسے نظریات بھی وجود میں آئے جو براہِ راست مذہب کے مخالف تھے۔ عقل پرستی، مادہ پرستی، ارتقائیت اور سیکولرازم جیسے افکار نے اسلامی دنیا کو متاثر کیا اور علمی و فکری انحرافات کو جنم دیا۔ اسلامی نقطۂ نظر یہ ہے کہ سائنس ایک مثبت قوت ہے مگر اس کی صحیح راہنمائی وحی اور دین کے اصول فراہم کرتے ہیں۔ مسلمان اگر سائنس کو اپنی دینی اقدار کے تابع کر لیں تو یہ ان کے لیے تقویت کا ذریعہ بن سکتی ہے، بصورتِ دیگر یہ ان کے فکری زوال کا سبب رہے گی۔ کیونکہ ڈاکٹر احسان محمد خاں کا کہنا ہے:

"اسلامی تہذیب و تمدن کو دنیا کے دوسری تہذیبوں اور تمدنوں کے مقابلے میں یہ امتیاز حاصل ہے کہ اس نے انسانی فطرت کو پیش نظر رکھتے ہوئے عدل و اعتدال قائم رکھا۔"[17]

ان تفکرات نے مسلم معاشروں پر براہِ راست اور گہرے اثرات مرتب کیے جن کے نتیجے میں امتِ مسلمہ کو متعدد فکری، اخلاقی، روحانی اور سماجی مسائل کا سامنا کرنا پڑا۔ ان اثرات نے نہ صرف انفرادی سطح پر ذہنی و روحانی کیفیت کو متاثر کیا بلکہ اجتماعی نظامِ زندگی میں بھی عدم توازن اور انتشار پیدا کیا، جس سے معاشرتی استحکام کمزور ہوتا گیا۔ ان فکری تبدیلیوں کے باعث مسلم معاشروں میں دینی شعور کی کمزوری، اخلاقی اقدار کا زوال اور فکری انتشار جیسے سنگین مسائل سامنے آئے۔ مغربی افکار کے اثرات نے روایتی اسلامی نظامِ تعلیم کو متاثر کیا اور تعلیمی ترجیحات میں مادی اور سائنسی رجحانات کو زیادہ اہمیت دی جانے لگی جس کے نتیجے میں دینی علوم پس منظر میں چلے گئے۔ اس کے ساتھ ساتھ خاندانی ڈھانچہ بھی کمزور ہوا اور باہمی رشتوں میں احترام اور ذمہ داری کا احساس متاثر ہوا۔

اسی طرح سماجی سطح پر فردیت پسندی میں اضافہ ہوا اور اجتماعی شعور کی جگہ ذاتی مفادات نے لے لی۔ میڈیا، ٹیکنالوجی اور جدید ثقافتی رجحانات نے ان اثرات کو مزید تقویت دی جس سے نوجوان نسل میں شناخت کا

---

[16] محمد اقبال، علامہ، ضرب کلیم، (لاہور: شیخ غلام علی اینڈ سنز، ۱۹۳۶ء)، ۱۹

[17] احسان محمد خاں، ڈاکٹر، مشرقی و مغربی تہذیب (کراچی: ، ایجوکیشنل پریس، ۱۹۶۲ء)، ۶۷

بحران، تقلیدی رویوں میں اضافہ اور اپنی دینی و تہذیبی روایات سے دوری جیسے رجحانات پیدا ہوئے۔ اس کے نتیجے میں فکری وابستگی کمزور ہوئی اور امتِ مسلمہ کو ایک ہمہ گیر فکری و عملی چیلنج کا سامنا کرنا پڑا۔

مذہب سے دوری اور روحانیت کا زوال:

مغربی تفکرات کا سب سے نمایاں اثر یہ ہے کہ انہوں نے مذہب کو انسانی زندگی کے اجتماعی اور معاشرتی نظام سے الگ کر کے اسے محض ایک ذاتی اور انفرادی معاملہ بنا دیا ہے۔ اس نظریے کے تحت دین کو ریاست، سیاست، تعلیم اور معاشرتی معاملات سے باہر کر دیا گیا جس کے نتیجے میں اس کی عملی افادیت محدود ہو کر رہ گئی۔ یہی رجحان رفتہ رفتہ مسلم معاشروں میں بھی سرایت کر گیا جہاں دین کی جامع حیثیت کمزور پڑتی گئی اور اسے صرف عبادات، رسوم اور چند مذہبی مظاہر تک محدود سمجھا جانے لگا۔ اس تبدیلی نے اسلامی نظامِ حیات کے اس بنیادی تصور کو متاثر کیا جس میں دین زندگی کے ہر پہلو کی رہنمائی کرتا ہے۔

اس علمی و فکری انحراف کا ایک اہم نتیجہ یہ نکلا کہ انسان روحانی خلا اور ذہنی اضطراب کا شکار ہو گیا۔ جب مذہب کو اجتماعی زندگی سے الگ کر دیا جاتا ہے تو انسان کی فکری اور عملی زندگی میں توازن باقی نہیں رہتا کیونکہ وہ اپنی مادی ضروریات تو پوری کرتا ہے مگر روحانی تقاضوں کو نظر انداز کر دیتا ہے۔ نتیجتاً دل میں بے چینی، عدمِ اطمینان اور بے مقصدیت پیدا ہوتی ہے۔ اس طرح جدید انسان بظاہر ترقی یافتہ ہونے کے باوجود باطنی طور پر سکون سے محروم رہتا ہے جو اس بات کی واضح علامت ہے کہ روحانیت کے بغیر مادی ترقی انسان کو مکمل اطمینان فراہم نہیں کر سکتی۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى الْقُطَعِيُّ الْبَصْرِيُّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ رَبِيعَةَ الْبُنَانِيُّ، حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: " كُلُّ مَوْلُودٍ يُولَدُ عَلَى الْمِلَّةِ فَأَبَوَاهُ يُهَوِّدَانِهِ أَوْ يُنَصِّرَانِهِ أَوْ يُشَرِّكَانِهِ "، قِيلَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، فَمَنْ هَلَكَ قَبْلَ ذَلِكَ؟ قَالَ: " اللَّهُ أَعْلَمُ بِمَا كَانُوا عَامِلِينَ بِهِ. "

"ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر بچہ فطرت (اسلام) پر پیدا ہوتا ہے ۱؎، پھر اس کے ماں باپ اسے یہودی، نصرانی، یا مشرک بناتے ہیں عرض کیا گیا: اللہ کے رسول! جو اس سے پہلے ہی مر جائے؟ ۲؎ آپ نے فرمایا" : اللہ خوب جانتا ہے کہ وہ کیا عمل کرتے۔"[18]

جب انسان اسلام سے دوری اختیار کرتا ہے تو اس کی فکر اور نظر کا زاویہ یکسر تبدیل ہو جاتا ہے اور وہ دنیا کو محض مادی تناظر میں دیکھنے لگتا ہے جہاں کامیابی کا معیار صرف مال، طاقت، شہرت اور ظاہری آسائشوں تک محدود ہو جاتا ہے۔ اس طرزِ فکر میں روحانی اقدار، اخلاقی اصول اور خدا سے تعلق کی اہمیت کم ہو جاتی ہے جس کے باعث انسان اپنی زندگی کے اصل مقصد سے دور ہو جاتا ہے۔ چنانچہ اگرچہ وہ مادی کامیابیاں حاصل کر لیتا ہے لیکن اس کے باوجود اس کے دل میں ایک گہرا خلا اور بے سکونی باقی رہتی ہے کیونکہ اس کا روحانی تعلق کمزور ہو چکا ہوتا ہے اور یہی تعلق انسان کو حقیقی اطمینان اور داخلی سکون فراہم کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

قُلِ الرُّوۡحُ مِنۡ اَمۡرِ رَبِّیۡ[19]

"کہہ دو کہ روح میرے رب کے حکم سے ہے۔"

روحانیت کے فقدان کے نتیجے میں انسان کی باطنی زندگی عدم توازن کا شکار ہو جاتی ہے جس سے وہ بے سکونی، اضطراب اور عدم تحفظ جیسے مسائل میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ جب انسان کا اپنے خالق سے تعلق کمزور پڑ جائے تو اس کی زندگی میں مقصدیت اور اطمینان باقی نہیں رہتا اور وہ مادی آسائشوں کے باوجود داخلی سکون حاصل نہیں کر پاتا۔ یہی وجہ ہے کہ آج کے ترقی یافتہ معاشروں میں، جہاں مادی سہولیات کی فراوانی ہے وہاں ذہنی بیماریوں، ڈپریشن اور نفسیاتی مسائل میں مسلسل اضافہ دیکھنے میں آ رہا ہے جو اس بات کی واضح علامت ہے کہ روحانیت کے بغیر انسانی زندگی ادھوری اور غیر متوازن رہتی ہے۔

---

[18] الترمذي، محمد بن عيسى۔ الجامع سنن الترمذي، (بیروت: دار الكتب العلمية، بدون سنة)، حدیث: ۲۱۳۸

[19] الاسراء: ۸۵

ڈاکٹر عبید اللہ فہد فلاحیؒ لکھتے ہیں:

"ایمان باللہ کا ایک مظہر ذکر الٰہی ہے۔ یہ وہ روحانی غذا ہے، جو نفس انسانی کا علاج کرتا ہے اور وہ سکینت فراہم کرتا ہے، جس کی اسے ضرورت ہوتی ہے۔"[20]

اخلاقی اقدار کا زوال:

مغربی فکر نے اخلاقیات کو ایک مطلق اور آفاقی حقیقت کے بجائے نسبتی تصور کے طور پر پیش کیا ہے، جس کے نتیجے میں اچھائی اور برائی کے واضح معیارات کمزور پڑ گئے ہیں۔ اس طرزِ فکر کے تحت ہر فرد اپنی ذاتی خواہشات، پسند اور مفادات کو ہی حق و سچ کا معیار سمجھنے لگا ہے جس سے اخلاقی اصولوں کی ہمہ گیریت متاثر ہوئی ہے۔ اس فکری تبدیلی کا نتیجہ یہ نکلا ہے کہ معاشرے میں اجتماعی اخلاقی توازن بگڑ گیا ہے اور بے حیائی، خود غرضی، لالچ اور بے حسی جیسے رویے عام ہوتے جا رہے ہیں۔ جب اخلاقیات ذاتی رائے تک محدود ہو جائیں تو معاشرتی نظم اور باہمی اعتماد کمزور ہو جاتا ہے، جس سے مجموعی طور پر سماج اخلاقی انحطاط کا شکار ہو جاتا ہے۔ عمران شاہد بھنڈر معروف مارکسی فلسفی، لکھاری اور دانشور ہیں جو اپنے نظریات اور سماجی و مذہبی موضوعات پر تنقیدی مکالمے کے لیے پہچانے جاتے ہیں لکھتے ہیں:

"لبرل حضرات جو ہمہ وقت "سائنس کی ترقی" اور "سائنسی طرز فکر" کا واویلا کرنے میں مگن رہتے ہیں، وہ ہر لمحہ غیر سائنسی رویوں کے مرتکب ہوتے ہیں۔"[21]

میڈیا اور سوشل کلچر نے اخلاقی زوال کے اس عمل کو مزید تیز اور گہرا کر دیا ہے کیونکہ جدید میڈیا اپنے مواد کے ذریعے مخصوص طرزِ زندگی، اقدار اور رویوں کو مسلسل فروغ دیتا ہے۔ فلموں، ڈراموں، اشتہارات اور سوشل میڈیا پلیٹ فارمز پر ایسے مناظر اور تصورات عام کیے جا رہے ہیں جو ظاہری چمک دمک، لذت پرستی اور فوری خواہشات کی تکمیل کو اہمیت دیتے ہیں جبکہ روایتی اخلاقی اقدار کو پسِ پشت ڈال دیا جاتا ہے۔ اس مسلسل اثر پذیری کے نتیجے میں بالخصوص نوجوان نسل کے ذہن اور رویے متاثر ہو رہے ہیں جس سے معاشرے میں اخلاقی حساسیت

---

[20] فلاحی، عبید اللہ فہد، ڈاکٹر، اسلام میں روحانیت کا تصور، (نئی دہلی: مرکزی مکتبہ اسلامی پبلشرز، اگست ۲۰۱۱ء)، ۵۰

[21] بھنڈر، عمران شاہد، لبرل ازم پوسٹ ماڈرن ازم مارکسزم، (لاہور: کتاب محل، اکتوبر ۲۰۱۶ء)، ۴۲

کمزور اور بے راہ روی میں اضافہ ہوتا جارہا ہے۔ بشریٰ عبد السلام جو کہ سوشل میڈیا کے حوالے سے اہلِ سنت ویب پر ایک آرٹیکل لکھتی ہیں جس کے مطابق:

"جہاں سوشل میڈیا نے انسان کی ترقی کے منازل کو آسان کر دیا ہے، وہیں انسان کی منفی سوچ انداز فکر اور سوشل میڈیا کے غلط استعمال کی وجہ سے معاشرہ تباہی کی طرف جارہا ہے۔"[22]

خاندانی نظام پر اثرات:

اسلامی معاشرت میں خاندان کو بنیادی اور مرکزی اکائی کی حیثیت حاصل ہے کیونکہ یہی ادارہ فرد کی پہلی تربیت گاہ ہوتا ہے جہاں اخلاقی اقدار، دینی شعور اور سماجی آداب کی بنیاد رکھی جاتی ہے۔ خاندان نہ صرف محبت، قربانی اور باہمی احترام کا نظام فراہم کرتا ہے بلکہ معاشرتی استحکام اور تہذیبی تسلسل کا بھی ضامن ہوتا ہے۔ تاہم مغربی نظریات کے اثرات کے تحت اس مضبوط ادارے کو مختلف فکری اور سماجی چیلنجز کا سامنا کرنا پڑا ہے جس سے اس کی روایتی اہمیت متاثر ہوئی ہے۔ خاص طور پر فیمنزم اور انفرادی آزادی کے نام پر خاندانی اقدار کو تنقید کا نشانہ بنایا گیا ہے جس کے نتیجے میں رشتوں کے تقدس اور باہمی ذمہ داریوں کا تصور کمزور ہوا ہے۔ اس فکری تبدیلی نے مرد و عورت کے باہمی تعلقات میں عدم اعتماد اور عدم استحکام پیدا کیا ہے جس سے نہ صرف خاندانی ڈھانچہ متاثر ہوا ہے بلکہ معاشرتی توازن بھی بگڑتا جارہا ہے:

"یاد رکھیے!!! حقیقت بھی یہی ہے کہ دنیا بھر کے ازم گمراہی کے اندھیروں میں تو پھنسا سکتے ہیں۔ روشنیوں کا ہم نوا کبھی نہیں بنا سکتے۔"[23]

سیلویا اینڈریا ایک مغربی مصنفہ ہیں انھوں کتاب لکھی A Lesser Life: The Myth of Women's Liberation in America وہ اپنے مشاہدات میں جدید دور کی نام نہاد آزادیِ نسواں کے اثرات پر تنقید کرتے ہوئے یہ حقیقت واضح کرتی ہیں کہ اس طرزِ آزادی نے عورت کو حقیقی معنوں میں سکون اور استحکام

---

[22] https://ahlussunnah.net/?p=152، فروری 2020ء

[23] https://islamfort.com/feminism-islam-or-aorat/مارچ، 2019ء

فراہم نہیں کیا۔ ان کے مطابق جب عورت کو روایتی خاندانی ذمہ داریوں اور معاشرتی حدود سے مکمل طور پر آزاد کرنے کی کوشش کی گئی تو اس کے نتیجے میں اس کا فطری اور سماجی توازن متاثر ہوا، جس سے اس کی زندگی میں الجھاؤ اور بے یقینی پیدا ہو گئی۔ اسی تناظر میں وہ لکھتی ہیں:

"نام نہاد آزادی کے بعد عورت نہ گھر کی رہی، نہ باہر کی۔"[24]

جب آزادی کو فطری ذمہ داریوں اور اخلاقی حدود سے الگ کر دیا جائے تو وہ حقیقی سکون کے بجائے انتشار کا باعث بنتی ہے۔ اس فکر کے مطابق عورت اپنی اصل پہچان اور توازن سے محروم ہو کر ایک ایسی کیفیت میں مبتلا ہو جاتی ہے جہاں نہ وہ مکمل طور پر گھریلو ذمہ داریوں سے وابستہ رہتی ہے اور نہ ہی معاشرتی میدان میں مکمل اطمینان حاصل کر پاتی ہے۔

فرد پرستی اور اجتماعیت کا خاتمہ:

مغربی فکر نے اجتماعی نظامِ حیات کے بجائے فرد کو مرکزِ توجہ قرار دیا، جس کے نتیجے میں معاشرتی ہم آہنگی اور باہمی ربط کمزور ہوتا چلا گیا۔ اس انفرادی سوچ نے اجتماعی ذمہ داریوں کے احساس کو متاثر کیا اور افراد کو اپنی ذاتی خواہشات اور مفادات کے گرد محدود کر دیا جس سے معاشرے کا اجتماعی توازن بگڑ گیا۔

اسی فکری تبدیلی کے ساتھ سرمایہ دارانہ نظام نے اس رجحان کو مزید تقویت دی جہاں افراد کو ایک دوسرے کے معاون کے بجائے حریف کے طور پر پیش کیا جانے لگا۔ اس مسابقت والے ماحول نے انسانی تعلقات میں خلوص، ہمدردی اور تعاون جیسے جذبات کو کمزور کر دیا جس کے نتیجے میں معاشرہ اجتماعی فلاح کے بجائے ذاتی مفاد کی دوڑ میں تبدیل ہو گیا:

"سرمایہ داری میں انسانوں کے درمیان رشتے اجتماعی جذبہ فلاح کی شکل میں نمو نہیں پاتے۔"[25]

---

[24] https://tohed.com/50b89f14، 2025ء، فروری

[25] بھنڈر، لبرل ازم پوسٹ ماڈرن ازم مارکسزم، ۹۰

اسلام اس کے برعکس ایک ایسا ہمہ گیر نظامِ حیات پیش کرتا ہے جس کی بنیاد اجتماعیت، باہمی تعاون اور بھائی چارے پر قائم ہے۔ اسلامی تعلیمات فرد کو معاشرے کا ذمہ دار اور باہم مربوط حصہ قرار دیتی ہیں جہاں ہر شخص دوسرے کے حقوق کا خیال رکھنے اور اجتماعی فلاح کے لیے کردار ادا کرنے کا پابند ہے۔ اس نظام میں ذاتی مفاد کو اجتماعی بھلائی کے تابع رکھا گیا ہے تاکہ معاشرہ توازن، انصاف اور ہم آہنگی کے ساتھ قائم رہ سکے۔ اسلام نے امتِ مسلمہ کو ایک جسم کی مانند قرار دیتے ہوئے باہمی ہمدردی اور اتحاد کی تعلیم دی ہے جس کے مطابق ایک فرد کا دکھ پوری امت کا دکھ سمجھا جاتا ہے۔ اسی تصور کے تحت معاشرے میں محبت، قربانی، ایثار اور بھائی چارے کی فضا قائم ہوتی ہے، جو ایک مضبوط اور پرامن اجتماعی ڈھانچے کی بنیاد فراہم کرتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

المُؤْمِنُ لِلْمُؤْمِنِ كَالْبُنْيَانِ يَشُدُّ بَعْضُهُ بَعْضًا[26]

"مومن (دوسرے) مومن کے لیے عمارت کی مانند ہے۔"

مادہ پرستی اور روحانی خلا:

مادہ پرستی مغربی فکر کا ایک اہم جزو ہے جس نے انسان کی توجہ کو صرف مادی دنیا اور دنیاوی لذتوں تک محدود کر دیا ہے۔ اس طرزِ فکر میں دولت، شہرت، طاقت اور جسمانی آسائشوں کو کامیابی کا اصل معیار سمجھا جاتا ہے جبکہ روحانی اور اخلاقی اقدار کو ثانوی حیثیت حاصل ہو جاتی ہے۔ اس کے نتیجے میں انسان کی زندگی کا مقصد محض مادی حصول بن کر رہ جاتا ہے اور وہ اپنی اصل روحانی حقیقت سے دور ہو جاتا ہے۔

اسی مادی رجحان کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ انسان کے اندر ایک گہرا روحانی خلا پیدا ہو جاتا ہے جسے دنیاوی وسائل اور آسائشیں پُر نہیں کر سکتیں۔ اگرچہ وہ مادی طور پر ترقی یافتہ اور بظاہر خوشحال نظر آتا ہے لیکن اندرونی طور پر بے سکون، بے مقصد اور اضطراب کا شکار رہتا ہے۔ یہی کیفیت اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ محض مادہ پرستی انسان کی مکمل فلاح اور حقیقی اطمینان کی ضامن نہیں ہو سکتی:

---

[26] التبریزی، ولی الدین محمد بن عبد اللہ الخطیب، مشکاۃ المصابیح، کتاب الآداب، باب السلام، (بیروت: دار الکتب العلمیۃ)، حدیث:۴۹۵

"اسلام جسم و روح کے مطالبات کے درمیان اعتدال قائم کر کے دوسرے تمام ادیان و مذاہب سے ممتاز ہو جاتا ہے۔"[27]

اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں دنیاوی زندگی کی حقیقت کو بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں کہ یہ دنیا کی زندگی اپنی اصل میں محض عارضی اور فانی ہے اور اس کی حیثیت کھیل تماشے سے زیادہ کچھ نہیں۔ جس سے حقیقت واضح ہوتی ہے کہ دنیا کی چمک دمک، اس کی لذتیں اور اس کے وقتی فوائد انسان کو دھوکے میں مبتلا نہ کریں کیونکہ اصل اور دائمی زندگی آخرت کی زندگی ہے جہاں حقیقی جزا اور سزا کا نظام قائم ہو گا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

وَ مَا ہٰذِہِ الْحَیٰوۃُ الدُّنْیَآ اِلَّا لَہْوٌ وَّ لَعِبٌ ؕ وَ اِنَّ الدَّارَ الْاٰخِرَۃَ لَہِیَ الْحَیَوَانُ ۘ لَوْ کَانُوْا یَعْلَمُوْنَ O

'اور دنیا کی یہ زندگانی تو محض کھیل تماشا ہے البتہ آخرت کے گھر کی زندگی ہی حقیقی زندگی ہے کاش! یہ جانتے ہوتے۔"[28]

یہ آیت انسان کو یہ شعور بھی عطا کرتی ہے کہ دنیا کو مقصدِ حیات بنانے کے بجائے اسے ایک امتحان اور آزمائش کی جگہ سمجھا جائے۔ جب انسان اس حقیقت کو فراموش کر دیتا ہے تو وہ دنیاوی خواہشات اور عارضی کامیابیوں میں اس قدر الجھ جاتا ہے کہ اسے اپنی اصل منزل کا احساس نہیں رہتا۔ اس کے برعکس جب انسان آخرت کو اپنی اصل کامیابی کا معیار بنالیتا ہے تو اس کی زندگی میں توازن، مقصدیت اور روحانی سکون پیدا ہو جاتا ہے، جو اسے دنیا اور آخرت دونوں میں کامیابی کی راہ دکھاتا ہے۔

تعلیم اور میڈیا کا کردار:

مغربی تفکرات کے فروغ میں تعلیم اور میڈیا نے کلیدی کردار ادا کیا ہے۔ نصابِ تعلیم میں اسلامی اقدار کو کمزور کر کے مغربی نظریات کو فروغ دیا جا رہا ہے جس کے نتیجے میں نوجوان نسل اپنی شناخت سے دور ہوتی جا رہی

---

[27] فلاحی، اسلام میں روحانیت کا تصور، ۲۷

[28] العنکبوت: ۶۴

ہے۔ مغربی تفکرات نے مسلم معاشروں کی فکری، اخلاقی، روحانی اور معاشرتی بنیادوں کو متاثر کیا ہے۔ اگرچہ ان نظریات نے بعض مادی ترقی کے پہلوؤں کو فروغ دیا۔ انہوں نے انسان کو اس کی اصل یعنی خدا سے تعلق، اخلاقی اقدار اور اجتماعی زندگی سے دور کر دیا ہے۔

نوجوان نسل چونکہ زیادہ متاثر ہوتی ہے اس لیے مغربی تفکرات نے سب سے زیادہ اثر اسی طبقے پر ڈالا ہے۔ نوجوان اب اپنے دین، اپنی ثقافت، اور اپنی شناخت سے ناواقف ہوتے جا رہے ہیں۔ انہیں مغربی طرزِ زندگی، آزادی، اور بغاوت کی کشش دی جا رہی ہے۔ ایسے میں وہ یا تو مکمل دین سے دور ہو جاتے ہیں، یا منافقت کا شکار ہو جاتے ہیں جہاں وہ دل سے کچھ اور، عمل سے کچھ اور ہوتے ہیں۔ نوجوان کسی بھی قوم کا مستقبل ہوتے ہیں۔ ان کے خیالات، عقائد، طرزِ زندگی، اور نظریاتی وابستگیاں طے کرتی ہیں کہ آنے والا کل کس رخ پر ہو گا۔ یہی وجہ ہے کہ ہر تہذیب، مذہب، اور فکری نظام نوجوانوں کی ذہن سازی کو بنیادی اہمیت دیتا ہے۔ بد قسمتی سے، عصرِ حاضر میں جو فکری یلغار جاری ہے جسے ہم "مغربی تفکرات" سے جانتے ہیں اس کا سب سے گہرا اور فوری اثر نوجوان نسل پر ہی ہو رہا ہے۔

یہ "مغربی تفکرات" کوئی رسمی ادیان نہیں بلکہ وہ فکری تحریکات اور نظریات ہیں جنہیں مذہب کی حیثیت سے اپنایا جا رہا ہے ان تمام تحریکات کا مشترکہ مقصد ایک ایسا "نیا انسان" تخلیق کرنا ہے جو خدا، وحی، اور آسمانی اخلاقیات سے بے نیاز ہو، اور صرف "اپنے نفس" کا بندہ ہو۔ اس فکری حملے کا سب سے پہلا نشانہ نوجوان نسل ہے جو علمی پختگی سے پہلے جذبات، رجحانات اور تاثر پر مبنی فیصلے کرتی ہے۔

اسلام ایک متوازن نظامِ حیات پیش کرتا ہے جو روح اور مادہ، فرد اور معاشرہ، دنیا اور آخرت کے درمیان توازن قائم کرتا ہے۔ لہٰذا مسلم معاشروں کی بقا اور ترقی اسی میں ہے کہ وہ مغربی تفکرات کو اندھا دھند اپنانے کے بجائے اسلامی تعلیمات کی روشنی میں اپنی تہذیبی و دینی شناخت کو مضبوط بنائیں۔

نتائج:

1۔ مغربی تفکرات جیسے سیکولرازم اور مادہ پرستی کے اثرات نے مسلم معاشروں میں دین کو اجتماعی زندگی سے جدا کر کے روحانی اور اخلاقی بحران کو فروغ دیا ہے، جس کے نتیجے میں اخلاقی زوال پیدا ہوا۔

2۔ سائنسی اور عقلی رجحانات کو مطلق حیثیت دینے سے علم اور دین کے درمیان توازن بگڑ گیا اور وحی و دینی تعلیمات کی اہمیت کم ہو گئی، جس سے فکری انتشار پیدا ہوا۔

3۔ مغربی تعلیمی نظام اور میڈیا کے اثرات کے باعث نوجوان نسل اپنی دینی، ثقافتی اور تہذیبی شناخت سے دور ہوتی جا رہی ہے اور ان میں دینی شعور کمزور ہو رہا ہے۔

4۔ فردیت پسندی اور نام نہاد آزادی کے تصورات نے خاندانی نظام کو متاثر کیا ہے جس سے باہمی احترام، ذمہ داری اور خاندانی اقدار کمزور ہو گئی ہیں۔

5۔ مادہ پرستی کے بڑھتے ہوئے رجحان نے انسان کو روحانی خلا، بے مقصدیت، بے سکونی اور ذہنی اضطراب میں مبتلا کر دیا ہے۔

سفارشات:

1۔ تعلیمی نظام کو اس انداز میں تشکیل دیا جائے کہ دینی اور دنیاوی علوم کے درمیان ہم آہنگی پیدا ہو اور طلبہ کو متوازن فکر فراہم کی جائے۔

2۔ قرآن و سنت کی روشنی میں اسلامی فکر اور دینی شعور کو فروغ دیا جائے تاکہ نوجوان نسل اپنی شناخت سے جڑی رہے۔

3۔ میڈیا اور سوشل پلیٹ فارمز کو مثبت انداز میں استعمال کرتے ہوئے اخلاقی اور اسلامی اقدار کو فروغ دیا جائے۔

4۔ خاندانی نظام کو مضبوط بنانے کے لیے اسلامی اقدار، باہمی احترام اور ذمہ داری کے شعور کو فروغ دیا جائے تاکہ معاشرتی استحکام قائم ہو۔

5۔ سائنسی ترقی کو رد کرنے کے بجائے اسے اسلامی اخلاق اور روحانی اصولوں کے تابع کرتے ہوئے استعمال کیا جائے تاکہ مادی اور روحانی توازن برقرار رکھا جا سکے۔

کتابیات:

1۔ انصاری، فضل الرحمن ، ڈاکٹر، اسلام اور مغربی تہذیب، مترجم: حبیب الرحمن، ڈاکٹر،لاہور: اسلامک پبلی کیشنز،۱۹۶۹ء

2۔احسان محمد خاں، ڈاکٹر، مشرقی و مغربی تہذیب، ایجوکیشنل پریس، کراچی، ۱۹۶۲ء

3۔الترمذي، محمد بن عیسی۔ الجامع سنن الترمذي، بیروت

4۔افغانی، جمال الدین، سید، ردنیچریت، لاہور: مکتبہ شعر وادب، ۱۹۸۰ء

5۔ بھنڈر، عمران شاہد، لبرل ازم پوسٹ ماڈرن ازم مارکسزم، لاہور: کتاب محل، اکتوبر ۲۰۱۶ء

6۔ علی شریعتی، ڈاکٹر، انسان، اسلام اور مغربی مکاتبِ فکر، ادارہ احیائے تراث اسلامی، کراچی، ۱۹۹۴ء

7۔ غازی، محمود احمد، ڈاکٹر، محاضراتِ فقہ، لاہور: ادارہ معارف اسلامی، ۲۰۰۳ء

8۔ فلاحی، عبید اللہ فہد، ڈاکٹر، اسلام میں روحانیت کا تصور، نئی دہلی: مرکزی مکتبہ اسلامی پبلشرز، اگست ۲۰۱۱ء

9۔ فاروقی، آزاد، عماد الحسن، دنیا کے بڑے مذہب، دہلی: مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، جامعہ نگر نئی دہلی، ۸ دسمبر ۱۹۸۶ء

10۔ قرآن مجید

11۔مودودی، ابوالاعلیٰ، سید، اسلامی تہذیب اور اس کے اصول و مبادی، لاہور: اسلامک پبلیکیشنز پرائیویٹ لمیٹڈ، ۱۹۶۲ء

12۔ محمد شارق، حافظ، ماڈیول، WR01: اسلام اور مذاہب عالم، www.islamic_studeis.info

13۔ محمد حمید اللہ، ڈاکٹر، خطباتِ بہاولپور، لاہور لاہور: ادارہ ثقافت اسلامیہ، ۱۹۶۱ء

14۔ محمد اقبال، علامہ، تشکیل جدید الہیاتِ اسلامیہ، لاہور: شیخ غلام علی اینڈ سنز، ۱۹۳۰ء

15۔ محمد اقبال، علامہ، ضرب کلیم، لاہور: شیخ غلام علی اینڈ سنز، لاہور، ۱۹۳۶ء

16۔ مودودی، تنقیحات، لاہور: ادارہ معارف اسلامی، ۱۹۶۳ء

17۔ ندوی، ابوالحسن علی، اسلام اور مغرب، لکھنؤ: مجلس تحقیقات و نشریات اسلام، ۱۰۹۳ء

18۔ نعمانی، مولانا شبلی، علم الکلام، اعظم گڑھ: دارالمصنفین، ۱۹۱۰ء

1. Ansari, Fazlur Rahman, Dr. *Islam and Western Civilization*. Translated by Dr. Habib-ur-Rehman. Lahore: Islamic Publications, 1969.
2. Ahsan Muhammad Khan, Dr. *Eastern and Western Civilization*. Karachi: Educational Press, 1962.
3. Al-Tirmidhi, Muhammad bin Isa. *Al-Jami' (Sunan al-Tirmidhi)*. Beirut.
4. Afghani, Syed Jamal-ud-Din. *Refutation of Naturalism*. Lahore: Maktaba Sher-o-Adab, 1980.

5. Bhinder, Imran Shahid. *Liberalism, Postmodernism, Marxism*. Lahore: Kitab Mahal, October 2016.
6. Ali Shariati, Dr. *Man, Islam and Western Schools of Thought*. Karachi: Idara Ihya-e-Turath-e-Islami, 1994.
7. Ghazi, Mahmood Ahmad, Dr. *Lectures on Islamic Jurisprudence (Fiqh)*. Lahore: Idara Ma'arif-e-Islami, 2003.
8. Falahi, Ubaidullah Fahd, Dr. *The Concept of Spirituality in Islam*. New Delhi: Markazi Maktaba Islami Publishers, August 2011.
9. Farooqi, Azad, Imad-ul-Hasan. *Major Religions of the World*. Delhi: Maktaba Jamia Limited, Jamia Nagar, New Delhi, 8 December 1986.
10. *The Holy Qur'an*.
11. Maududi, Syed Abul A'la. *Islamic Civilization and Its Principles and Foundations*. Lahore: Islamic Publications (Pvt.) Ltd., 1962.
12. Muhammad Shariq, Hafiz. *Module WR01: Islam and World Religions*. Available at: www.islamic_studies.info
13. Muhammad Hamidullah, Dr. *Khutbat-e-Bahawalpur (Lectures of Bahawalpur)*. Lahore: Idara Saqafat-e-Islamia, 1961.
14. Muhammad Iqbal, Allama. *The Reconstruction of Religious Thought in Islam*. Lahore: Sheikh Ghulam Ali & Sons, 1930.
15. Muhammad Iqbal, Allama. *Zarb-e-Kaleem*. Lahore: Sheikh Ghulam Ali & Sons, 1936.
16. Maududi. *Tanqihat*. Lahore: Idara Ma'arif-e-Islami, 1963.
17. Nadwi, Abul Hasan Ali. *Islam and the West*. Lucknow: Majlis Tahqiqat wa Nashriyat-e-Islam, 1983.
18. Nomani, Maulana Shibli. *Ilm al-Kalam*. Azamgarh: Dar al-Musannifin, 1910.

ویب سائٹس:

-1https://ahlussunnah.net/?p=152.
-2https://islamfort.com/feminism-islam-or-aorat/
-3https://tohed.com/50b89f